جناب عبدالرشید عراقی - سوہدرہ

مکارمِ اخلاق حضرت صدیقِ اکبرؓ

اسلام کا مقصد تزکیۂ نفس اور تطہیرِ باطن کے ذریعہ اعلیٰ اخلاق و صفات سے متصف کرنا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی غرضِ بعثت ہی مکارمِ اخلاق کی تکمیل بیان فرمائی ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی فطرت چونکہ سعید تھی، آپ عہدِ جاہلیت میں ہی اخلاقِ حمیدہ سے متصف تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں بھی قماربازی اور شراب نوشی وغیرہ سے دور رہے۔ کسی بت کے سامنے سر خمیدہ نہیں ہوئے۔ غریبوں کی خبر گیری کرنا، بے کسوں اور ضرورت مندوں کی مدد کرنا، مسافروں کی خاطر مدارات اور ان کے قیام و طعام کا انتظام کرنا آپ کا شیوہ تھا۔ آپ جب اسلام سے مشرف ہوئے تو آپ ان اوصاف میں اور زیادہ مستعد نظر آنے لگے۔

تقوےٰ اور طہارت :

آپؓ کے اوصاف میں سرِفہرست تقویٰ و طہارت کا نمبر آتا ہے۔ اور اس وصف میں آپؓ اس قدر متشدد تھے کہ اس میں ذرہ برابر بھی آمیزش برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ آپؓ کے ایک غلام نے آپؓ کو ایک چیز لا کر دی۔ آپ نے کھا لی۔ بعد میں غلام نے بتایا کہ میں عہدِ جاہلیت میں جھوٹ موٹ کہانت کا کام کرتا تھا، یہ اس کا معاوضہ ہے۔

حضرت صدیقِ اکبرؓ نے یہ سنتے ہی تقے کردی۔
آپؓ کے تقوےٰ اور طہارت کا اثر آپ کے اہل خانہ پر بھی تھا۔ آپؓ نے اپنی بیوی، حضرت اسماءؓ کی والدہ کو اسلام قبول نہ کرنے پر طلاق دے دی تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ ماں کی مامتا نے جوش مارا تو بیٹی کے کھانے کے لئے کچھ اشیاء بطور تحفہ لائیں۔ چونکہ وہ مشرکہ تھیں، اس لئے حضرت اسماءؓ نے تحفہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ مگر بعد میں، جب حضرت عائشہؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا تو آپؐ نے اس کی اجازت دے دی۔

خوفِ خدا:

خوفِ خدا کا یہ عالم تھا کہ اگر کبھی بھول چوک ہو جاتی تو بعد میں سخت ندامت و پشیمانی محسوس فرماتے اور جب تک اس کی تلافی نہ کر لیتے، آپ کو چین نہ آتا تھا۔ چنانچہ ایک بار آپ نے کسی بات پر اپنے ایک غلام کو لعن طعن کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت موجود تھے۔ آپؐ نے فرمایا، صدیقین اور لاعنین ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے یہ سنتے ہی بطور کفارہ چند غلام آزاد کر دیئے، اور عرض کیا۔ اب ایسا نہیں کروں گا۔
ایک دفعہ آپؓ نے ایک چڑیا کو درخت پر بیٹھے ہوئے دیکھ کر فرمایا، "اے چڑیا! تو کتنی خوش نصیب ہے، کہ آزادی سے اڑتی پھرتی ہے اور روزِ محشر تجھ سے کچھ حساب کتاب نہ ہوگا، کاش میں بھی تیرے جیسا ہوتا۔" اس بات سے آپ کے دل میں خشیتِ الٰہی کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

زہد و ورع:

خوفِ خدا اور تقویٰ و طہارت کی وجہ سے انسان کے دل پر دنیا کی بے ثباتی کا نقش جم جاتا ہے اور لازمی طور پر زہد و ورع کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں دنیا نے اپنا سر مسلمانوں کے قدموں پر جھکا دیا۔ مگر آپ کے زہد و ورع کا یہ عالم تھا کہ دنیا سے دور رہے اور اس کو آخری دم تک اپنے قریب نہ پھٹکنے دیا۔

ایک مرتبہ خالدؓ بن ولید کو نصیحت فرمائی :

"بڑائی سے بھاگو تو بڑائی تمہارے پیچھے آئے گی اور موت کی آرزو کرو تو تمہیں زندگی بخشی جائے گی ۔"

تواضع وسادگی :

حضرت ابوبکرؓ ایک جلیل القدر خلیفہ ہونے کے باوجود غریبوں اور ضرورتمندوں کا معمولی کام کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے ۔ آپ غربار و مساکین کا کام کرنے میں بڑی خوشی محسوس فرماتے تھے ۔ مدینہ میں ایک نابینا عورت کے تمام کام حضرت فاروق اعظمؓ کیا کرتے تھے ۔ مگر چند دن بعد حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا کہ ان کے آنے سے پہلے کوئی آدمی اس نابینا عورت کا کام کر جاتا ہے ۔ حضرت عمرؓ چھپ کر بیٹھ گئے کہ دیکھیں کہ وہ کون آدمی ہے ۔ جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ یہ خلیفۂ اوّل حضرت صدیق اکبرؓ ہیں تو ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی ۔

مسندِ خلافت پر متمکن ہونے سے پہلے آپؓ محلہ کی یتیم لڑکیوں کی بکریوں کا دودھ دوہ دیتے تھے ۔ آپ کے خلیفہ ہونے پر ایک بھولی بھالی لڑکی نے آپ سے کہا کہ اب ہماری بکریوں کا دودھ کون دوہے گا ؟ تو آپؓ نے فرمایا "نہیں ! خدا کی قسم ، خلافت مجھ کو خدمتِ خلق سے باز نہ رکھ سکے گی ۔"

خلیفہ مقرر ہونے سے پہلے آپؓ کا ذریعہ معاش تجارت تھا ، یہ کاروبار آپؓ نے خلافت کے بعد بھی جاری رکھا ۔ چنانچہ ایک دن آپؓ کپڑے کے تھان کندھے پر رکھے بازار جا رہے تھے کہ راستے میں حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ مل گئے ، پوچھا خلیفۂ رسول ، کہاں کا ارادہ ہے ؟ فرمایا ، بازار جا رہا ہوں تاکہ اپنے اہل و عیال کے لئے روزی کما سکوں ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ، آپ مسلمانوں کے امیر ہیں ، اس کام سے خلافت کے کاموں میں آپ کو یکسوئی حاصل نہ ہوگی ۔ اس کے بعد صحابہ کرامؓ کے مشورہ سے آپؓ کے گذارے کے لئے وظیفہ مقرر کر دیا گیا ۔

اپنی مدح و ستائش سے گھبراتے تھے ، مگر جب کوئی آپ کی تعریف کرتا تو فرماتے :

"اے خدا مجھے ان لوگوں کے حسنِ ظن کے مطابق بنا ، میرے گناہوں کو معاف فرما ،

اور لوگوں کی بیجد تعریف پر میری پکڑ نہ کر!"

ایک دفعہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو شخص ازراہِ تکبر اپنے کپڑے گھسیٹتے ہوئے چلتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس پر نظرِ عنایت نہیں فرمائیگا" حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ، میرے کپڑوں کا ایک پہلو کبھی کبھی لٹک جاتا ہے اور مجھے اس کا خیال نہیں رہتا، آپؐ نے فرمایا" آپ ازراہِ تکبر ایسا نہیں کرتے!"

خودداری :

اگرچہ دوسروں کا معمولی سے معمولی کام کرنے میں بھی آپؓ عار محسوس نہیں فرماتے تھے لیکن خودداری کا یہ عالم تھا کہ دوسروں سے ذرا سا کام لینا بھی آپؓ کو گوارا نہ تھا۔

ابن ابی ملیکہ کا بیان ہے کہ بسا اوقات چلتے چلتے اگر آپؓ کے ہاتھ سے اونٹ کی نکیل گر جاتی تو اونٹ کو بیٹھا کر خود نکیل اٹھاتے تھے۔ لوگوں نے عرض کی، آپ اتنی زحمت کیوں فرماتے ہیں، ہمیں حکم دیا کریں، آپؓ نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے لوگوں سے سوال کرنے سے منع فرمایا ہے۔

فقر و درویشی :

حضرت ابوبکرؓ بیت المال سے اپنے لئے جو وظیفہ لیا کرتے تھے اس میں آپؓ کی گذر بسر مشکل سے ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ آپؓ کی اہلیہ محترمہ نے گنجائش نکال کر حلوہ پکا لیا۔ آپؓ کو معلوم ہوا تو آپ نے بیت المال کے ناظم کو اپنا وظیفہ اسی قدر کم کر دینے کی ہدایت فرما دی جس قدر گنجائش نکال کر آپؓ کی اہلیہ محترمہ نے حلوہ پکانے کے لئے پیسے جمع کئے تھے۔ اور فرمایا کہ " میں مسلمانوں کا مال فضول ضائع نہیں کرنا چاہتا جبکہ میرا گذارہ تھوڑے پیسوں میں بھی ہو سکتا ہے!"

انفاق فی سبیل اللہ :

جب آپؓ نے اسلام قبول فرمایا، آپ کے پاس چالیس ہزار درہم تھے۔ ہجرت کے وقت آپؓ کے پاس پانچ ہزار درہم باقی رہ گئے تھے۔ باقی تمام رقم آپؓ نے مسلمانوں

کی فلاح و بہبود کے لئے صرف کر دی۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر اپنا تمام رہا سہا اثاثہ لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈال دیا۔ اور اہل و عیال کے لئے صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا۔ یہ واقعات قبل از خلافت کے ہیں۔ مسندِ خلافت پر متمکن ہونے پر تجارت چھوڑ دی اور معمولی وظیفہ میں گذرا وقات کرتے رہے دنیا سے تشریف لے جاتے وقت آپ کا کل اثاثہ ایک اونٹ، ایک غلام اور ایک چادر تھی۔ لیکن غریبوں اور محتاجوں کا اس قدر خیال فرماتے کہ ایام خلافت میں اس تنگی اور ترشی کے باوجود غریبوں میں موسم سرما کے کپڑے تقسیم فرماتے تھے۔

شجاعت:

شجاعت ایک ایسا وصف ہے، جو عجز و مسکنت اور تواضع و بے نفسی کے ساتھ بہت کم جمع ہوتا ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ تربیت کا یہ اثر تھا کہ صحابہ کرامؓ "اشداء علی الکفار رحماء بینہم" کی تصویر تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ اس وصفِ خاص میں سب سے نمایاں تھے۔

حضرت علیؓ نے ایک دفعہ دوران خطبہ دریافت فرمایا،

"سب سے بہادر کون ہے؟

لوگوں نے جواب دیا "آپ"!

حضرت علیؓ نے فرمایا،

"نہیں، اشجع الناس حضرت ابوبکرؓ تھے، غزوۂ بدر میں ہم نے جو کیمپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بنایا تھا، اس کیمپ کی چوکیداری کی خدمت حضرت ابوبکرؓ نے انجام دی تھی"

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد حضرت علیؓ رو پڑے اور اتنا روئے کہ ریش مبارک تر ہوگئی۔

حلم اور بردباری:

اعلیٰ کمالِ شجاعت کے ساتھ حلم اور بردباری کا ہونا بھی ضروری ہے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک شخص نے صدیق اکبرؓ پر سب و شتم کیا۔ آپؓ سن کر

خاموش ہو گئے - اس نے دوبارہ بدتمیزی کی، آپ نے جواب نہ دیا - تیسری بار اس نے وہی حرکت کی تو آپؓ نے اس کو جواب دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے تشریف لے آئے۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے آپؐ سے دریافت فرمایا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہیں ناراض تو نہیں ہو گئے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا "تمہارے جواب نہ دینے کی صورت میں آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہو کر اس کی تکذیب کر رہا تھا، تمہارے جواب دینے پر شیطان وہاں آ دھمکا، اور جہاں شیطان ہو، اللہ کا رسول وہاں نہیں ٹھہر سکتا۔"

آپؓ کے عہدِ خلافت میں ایک شخص نے آپ کی شان میں گستاخی کی - ایک صحابیؓ نے اس شخص کی گردن اڑانے کی اجازت چاہی - آپ نے سختی سے منع کیا اور فرمایا:

"سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے کے، کسی کی گردن اڑانی جائز نہیں!"

حُسنِ خلق:

حسنِ خلق اسلامی اخلاق کا اصل عنوان ہے - رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"میزانِ قیامت میں خلق سے زیادہ وزنی کوئی چیز نہیں ہے۔"

آپ کا دوسرا ارشاد مبارک ہے:

"تم میں سب سے بہتر وہی ہے جو اخلاق میں سب سے زیادہ بہتر ہے!"

حضرت صدیق اکبرؓ اس وصف کا حسین مرقع تھے - حسنِ خلق کی دوسری علامت یہ ہے کہ آدمی دوسروں کے درد و غم میں شریک ہو - اور یہ صفت حضرت ابوبکرؓ میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھی - حسنِ خلق میں یہ بات بھی داخل ہے کہ عیب سے چشم پوشی کی جائے - اور اس وصف میں آپؓ کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ فرمایا:

"اگر میں چور کو پکڑتا تو میری سب سے بڑی خواہش یہ ہوتی کہ میں اس کے جرم کی پردہ پوشی کروں۔"

لیکن اس کے ساتھ آپؓ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں اس قدر مستند تھے کہ نرمی کو قریب تک نہ پھٹکنے دیتے تھے - چنانچہ ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ ایک جنازہ کے ساتھ آہستہ

آہستہ جا رہے تھے۔ حضرتِ صدیق اکبرؓ ادھر آنکلے تو کوڑا اٹھایا، اور فرمایا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کے ساتھ تیز رفتاری کے ساتھ جایا کرتے تھے۔"

مزاح:

مزاح یعنی لطیف قسم کا پاکیزہ مذاق، شگفتہ مزاجی اور جودتِ طبع کی دلیل ہے۔ احادیث سیر کی کتابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح کے متعدد واقعات ملتے ہیں۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ خلیفۂ اول اس وصف سے متصف نہ ہوں۔ چنانچہ ایک دفعہ آپؓ مسجد نبوی سے نماز پڑھ کر نکل رہے تھے۔ حضرت امام حسنؓ جو اس وقت کم سن تھے بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ حضرت امام حسنؓ کو دیکھ کر اپنی گود میں اٹھا لیا اور حضرت علیؓ سے جو کہ وہاں موجود تھے، فرمایا:

"اے جو کہ نبی کے مشابہ ہے اور علی کے مشابہ نہیں، تجھ پر میرا باپ فدا ہو۔"

حضرت علیؓ یہ سن کر ہنس پڑے۔

احتسابِ نفس:

آپؓ جو کچھ کرتے تھے، ایک نقاد کی حیثیت سے خود ہی اس کا جائزہ بھی لیتے رہتے تھے۔ چنانچہ مرض الوفات میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ سے دورانِ گفتگو کہا:

"مجھے کسی بات کا غم نہیں سوائے تین کاموں کے . . . .

(۱) . . . جو میں نے کئے ہیں، اے کاش میں نے نہ کئے ہوتے . . .

(۲) تین کام ایسے ہیں جو میں نے نہیں کئے، اے کاش میں نے کئے ہوتے . . .

(۳) اور تین باتیں ایسی ہیں کہ کاش میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرلی ہوتیں۔"

پہلی تین باتوں میں سے ابو عبید نے ایک کا ذکر نہیں کیا۔ باقی دو باتیں یہ ہیں:

۱۔ میری تمنا تھی کہ سقیفہ بنو ساعدہ کے روز میں نے عمرؓ یا ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو خلیفہ بنایا ہوتا اور میں ان کا وزیر ہوتا۔

۲۔ جب میں نے خالدؓ بن ولید کو مرتدین سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا تھا تو میں خود

ذوالقصہ میں قیام کرتا۔
دوسری قسم کی تین باتیں یہ ہیں:
۱۔ اے کاش اشعث بن قیس، جب گرفتار ہو کر آیا تھا تو میں نے اس کی گردن اڑادی ہوتی۔[۱]
۲۔ الفجار کو میں نے زندہ آگ میں جلا دیا تھا، اے کاش میں نے ایسا نہ کیا ہوتا۔ اسے قتل کر دیتا یا رہا کر دیتا[۲]
۳۔ جب حضرت خالدؓ کو میں نے شام روانہ کیا تھا تو حضرت عمرؓ کو بھی عراق بھیجتا۔
اس طرح اللہ کی راہ میں میں نے اپنے دائیں اور بائیں دونوں ہاتھ دراز کر دیئے ہوتے۔
رہی وہ تین باتیں جن کے متعلق آپؓ نے فرمایا کہ اے کاش میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لی ہوتیں، ان میں . . .
پہلی تو خلافت کا معاملہ ہے۔
دوسری یہ کہ کیا انصار کا اس میں کوئی حصہ ہے؟[۳]
تیسری یہ کہ پھوپھی اور بھتیجی کا میراث میں کتنا حصہ ہے؟

ماخوذ از:

"صدیق اکبرؓ" ازمولانا سعید احمد اکبرآبادی، ایم۔ اے، ایڈیٹر ماہنامہ "برہان" دہلی، مطبوعہ ندوۃ المصنفین دہلی۔
و "خلفائے راشدین" ازمولانا حاجی معین الدین ندوی، مرحوم مطبوعہ دارالمصنفین، اعظم گڑھ۔

(عراقی)

---

[۱] [۲] ان تاریخی واقعات کے بارے میں محدثین کا اختلاف ہے۔

[۳] یہ پوری کی پوری روایت موضوع اور غلط ہے۔ مدیر